



بین الاقوامی سیرت کانفرنس 2016ء

مفتی منیب الرحمن

اس سال 11 و 12 ربیع الاول یعنی میلاد النبی ﷺ کے مبارک و مسعود موقع پر ”وزارت مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی“ کے زیر اہتمام ”بین الاقوامی سیرت کانفرنس“ کا انعقاد کیا جا رہا ہے اور اس کا عنوان ہے:

”بین المذاہب ہم آہنگی: اسلامی تعلیمات اور سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں“۔ اس کے لیے وزارت مذہبی امور نے شرکاء کو ایک قرطاس عمل فراہم کیا ہے اور اس کا عنوان ہے: ”پُر امن بین المذاہب بقائے باہمی کے قیام میں نصاب سازی کا کردار“ اور اسے اجتماعی مباحثے کے لیے ”آگاہی مواد“ کا نام دیا گیا ہے۔

بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرطاس عمل کسی این جی او یا اُس کے فراہم کردہ محقق نے وزارت مذہبی امور کو فراہم کیا ہے۔ اس میں وہ بہت کچھ کہنا چاہتے ہیں، مگر کہہ نہیں پا رہے۔ ہمیں اُن سے ہمدردی ہے کہ مربوط بیانی انداز میں اپنی خواہش کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکے۔ عنوان کا تقاضا تو یہ ہے کہ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں بین المذاہب ہم آہنگی کا شعار واضح کیا جائے، لیکن آگاہی کے لیے جو قرطاس عمل دیا گیا ہے، اُس میں ”بین المذاہب مکالمہ کی اہمیت اور اُس کا دائرہ کار“ کے عنوان سے وہ یہ تصور تعلیمات نبوی کی بجائے کہیں اور سے اخذ کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرطاس عمل میں سیرت النبی ﷺ کا ایک بھی حوالہ موجود نہیں ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”ہانس کوئگ، جنہیں مذاہب عالم پر ایک مستند حوالہ تصور کیا جاتا ہے، نے اپنے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قوموں کے درمیان اُس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا، جب تک کہ مذاہب کے درمیان امن نہ ہو اور مذاہب کے درمیان مکالمے کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا“۔ اس بیان کو بیشتر مذہبی روایات میں قبولیت حاصل ہوئی، جس کے نتیجے میں اب ہم بین المذاہب مکالمے کی تحریک بڑے پیمانے پر موجود پاتے ہیں۔ اس تحریک کے حامیوں کا کہنا ہے کہ اس کا مقصد بین الا دیان یا بین المذاہب مکالمے کے تمام فریقوں کے درمیان مکمل اتفاق رائے کا حصول یا کسی عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھنا نہیں ہے۔ بلکہ دیگر مذاہب کی اس حد تک تفہیم ہے کہ جس سے تمام اہل مذاہب معاشرے کی فلاح کے لیے ہم آہنگی، ہکریم، ربط باہم، وسعت قلبی، اعتماد اور باہمی تعاون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ اس کا مقصد لوگوں کو کرہ ارض پر ایک مشترکہ مقصد کے تحت زندگی گزارنے کے لیے متحد کرنا ہے۔“

گزارش یہ ہے کہ ہمیں بین المذاہب مکالمے کا اصول قرآن مجید کی اس آیت سے ملتا ہے: ”(اے رسول!) کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! آؤ ایسے کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (طور پر مسلمہ) ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ

کریں اور نہ ہی اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرائیں اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو اللہ کے سوا (اپنا) رب نہ بنائے، پھر اگر وہ (اس اصول سے) اعراض کریں، تو کہہ دیجیے: تم گواہ رہو کہ ہم (یقیناً) مسلمان ہیں، (آل عمران: 64)۔“ یہاں کلمہ سے آیت میں مذکور اصول مراد ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فریقِ ثانی مانے یا نہ مانے، ہم اپنے اصولوں سے انحراف نہیں کریں گے اور نہ ہی ان پر کوئی مفاہمت یا سودے بازی ہو سکتی ہے۔ مذاہب کی تعلیمات مستور نہیں ہیں، سب کو معلوم ہیں۔ سب کی عبادت کے طریقے جدا جدا ہیں، قرآن نے مسلمات پر اشتراکِ عمل کی دعوت دینے کا ہمیں شعار دیا ہے۔ آج کے دور میں اشتراکِ عمل کی اساس ملکی و عالمی سطح پر امن اور عدل و انصاف کا قیام ہے اور اس کے لیے کسی ریسرچ کی ضرورت نہیں ہے، اس کا تعلق فرد اور معاشرے کی اپنے جذبِ دروں سے ہے۔ امن و انصاف کے قیام کے لیے حقوق میں مساوات اور سب کا یکساں احترام ضروری ہے، اپنی آزادی پر قائم رہتے ہوئے دوسروں کو آزاد رہنے کا حق دینا ہے اور آج کی دنیا میں اسی شعار سے انحراف فساد کا سبب ہے۔

ہانس کی فکر سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انسانیت کے درمیان مذہب واحد و جہِ نزاع ہے، اگر یہ درست ہے تو حضور والا! پہلی اور دوسری عالمی جنگیں تو ایک ہی مذہب کے ماننے والوں کے درمیان تھیں۔ اُن کا محرک تو سچے پسندی، استعمار کا تسلط اور دوسری قوموں کو محکوم اور محتاج بنانا تھا۔ امریکہ کی ویتنام کے ساتھ جنگ کا سبب بھی مذہب نہیں تھا۔ اسی طرح شمالی اور جنوبی کوریا اور ماضی میں شمالی اور جنوبی ویتنام، اور شمالی و جنوبی یمن کے تصادم کا سبب بھی مذہب نہیں تھا۔ سوعالمی سطح پر انسانوں کے درمیان آویزش کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب کسی حد تک تو مذہب کو مانا جاسکتا ہے، مگر یہ واحد سبب ہرگز نہیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ انڈونیشیا سے مشرقی تیمور کی علیحدگی اور سوڈان کی تقسیم کی اقوام متحدہ نے جو حمایت کی، اُس کا سبب بہر حال مذہب ہی تھا۔ ورنہ اقوام متحدہ یا برتر اقوام اسی اصول پر فلسطین اور مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی تحریکِ آزادی کی حمایت کے لیے کسی طور پر بھی آمادہ نہیں ہیں۔

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ Harmony کی اصطلاح مغرب سے آئی، اس کے معنی ہیں: ”نغمہ، زمزمہ، آواز“۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کے معنی ہیں: ”مختلف سازوں یا سُرّوں کو ملا کر ایک صوتی تاثر پیدا کرنا یا ایک گانا گانا“۔ اردو میں اس کا ترجمہ ”ہم آہنگی“ کیا جاتا ہے، پس ذہنی ہم آہنگی کے معنی ہوں گے: مختلف مذاہب کے لوگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک ذہنی ساخت میں ڈھل جانا۔ یہ ایک خوبصورت خواب تو ہو سکتا ہے، لیکن اس کی تعبیر پانا مشکل ہے اور اس کا نتیجہ وحدتِ ادیان کے سوا کچھ نہیں کہ اہل مذاہب و ادیان مذہبی اصول و اقدار کا ایک مشترکہ فارمولہ تیار کر لیں۔ قرطاسِ عمل مرتب کرنے والے کے لاشعور میں بھی یہ بات راسخ تھی کہ اس کاوش کا منطقی نتیجہ یہی ہے، لیکن یہ ایسی خواہش ہے جسے دل و دماغ میں بسایا تو جاسکتا ہے، ہمارے ماحول میں اس کا اظہار نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ وہ اس طعن سے اپنا دامن بچانے کے لیے لکھتے ہیں:

”اس کام کا مقصد بین الا دیان یا بین المذاہب مکالمے کے فریقوں میں مکمل اتفاق رائے کا حصول یا کسی عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھنا نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد مذاہب کی ہمدردانہ تفہیم کے نتیجے میں ہم آہنگی، ہکریم، ربط باہم، وسعتِ قلبی، اعتماد اور باہمی تعاون کے ساتھ زندگی گزارنا ہے۔“ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل متن کہیں سے انگریزی میں نازل ہوا ہے اور اُس کا ترجمہ مہارت کے ساتھ نہیں کیا گیا، نہ ہی کمپوزنگ کی اغلاط کو درست کیا گیا ہے، بلکہ جیسا سرکاری کاموں میں ہوتا ہے، غلط میں یہ کام انجام دیا گیا ہے۔ میری کوشش ہوتی ہے

کہ ہر فریق کا موقف صحیح طور پر سامنے آجائے، اس لیے اُسے مربوط اور آسان بنانے کی ممکن حد تک سعی کرتا ہوں۔

لہذا ہمیں حقیقت پسندانہ روش اختیار کرتے ہوئے Harmony یا ہم آہنگی کی تحلیلاتی و فلسفیانہ بحث میں پڑنے کی بجائے سیدھے اور سادے انداز میں ”جیو اور جینے دو“ کے اصول کو اپنانا چاہیے، جسے انگریزی میں Live & let live سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہی ہماری ضرورت بھی ہے۔ مکالمے کا مقصد یہ ہے کہ اہل مذاہب اپنا موقف بیان کرنے کے لیے جبر و طاقت کے شعار کو خیر باد کہیں اور دلیل و استدلال کے شعار کو اختیار کریں، اسی کو Convincing یا قائل کرنا کہتے ہیں۔ مذہبی تنوع ہمارے معاشرے میں پہلے سے موجود ہے۔ اسلام کے علاوہ ہندو، مسیحی، سکھ اور پارسی مذہب کے ماننے والے پاکستان میں موجود ہیں۔ ہمارے معاشرے میں مسلمانوں کے درمیان بین المذاہب یا دیگر مذاہب کے ساتھ عوامی سطح پر تصادم کی کوئی فضا نہیں ہے۔ البتہ بعض مسلح گروہ ہیں جو منصوبہ بندی کے ساتھ یہ کام کرتے ہیں، بعض کی ڈوریاں باہر سے ہلائی جاتی ہیں، بعض اسلام دشمن اور پاکستان دشمن قوتیں کبھی نسلی اور لسانی حوالے سے اور کبھی مذہبی حوالے سے قتل و غارت کرتی ہیں۔ ان کو کھوج لگا کر تلاش کرنا ہمارے انٹیلی جنس اداروں کا کام ہے، ان کا قلع قمع کرنا اور ان کو کئی کر دار تک پہنچانا ریاستی اداروں کا کام ہے۔ ان کی پشت پناہی اور ان کو خفیہ کمین گاہیں فراہم کرنا دینی و ملی جرم ہے، جو کوئی بھی اس میں ملوث ہو، اُس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہونی چاہیے۔

تعلیم کی طبقاتی تقسیم ایک قومی مسئلہ ہے، اس کے لیے صرف مدارس کو ہدف طعن بنانا غیر منصفانہ روش ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں اسکول گریجویٹوں کی سطح تک لازمی تعلیم اور اس کے لیے یکساں نصاب مرتب کرنا بھی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ تعلیمی معیار کو بلند کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ سول حکمرانوں، سول و فوجی اسٹبلشمنٹ اور تمام بالادست طبقات کے بچے سرکاری اسکولوں میں تعلیم پائیں، سب کا نصاب اور نظام امتحان ایک ہی ہو۔ بیرون ملک تعلیمی اداروں سے الحاق پر پابندی لگائی جائے، لیکن پاکستان میں یہ کبھی نہیں ہوگا، موجودہ صورت حال میں اس کی توقع عبث ہے۔ ہاں! آگے چل کر کوئی انقلابی صورت حال پیدا ہو جائے، تو اللہ کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ ہم نے فوجی حکمرانی کے کئی ادوار بھی دیکھے ہیں، لیکن اُن میں کوئی غیر معمولی تو کیا، معمولی تبدیلی بھی نہیں آئی۔ جب تک اشرافیہ کے لیے الگ تعلیمی نظام ہوگا اور تعلیم صنعت و تجارت بنی رہے گی، تو کسی جوہری تبدیلی کی توقع عبث ہے۔

نصاب میں تحمل و برداشت، رواداری، احترام انسانیت کے مضامین شامل کرنا اچھی بات ہے، لیکن طالب علم کو یہ اقدار اپنے گرد و پیش میں نظر نہ آئیں، تو عملی تعبیر کے بغیر الفاظ بے معنی اور بے توقیر ہو جاتے ہیں۔ ہم روز سر شام میڈیا پر بے ہنگم شور و غوغا دیکھتے ہیں، کیا ایسکر پرسنز اور مکالمے کے شرکاء سب جاہل ہیں، جو قوم کو بدکلامی اور بدتمیزی سکھاتے ہیں، یہ تو تعلیم یافتہ لوگ ہیں اور اپنی دانست میں عقل کل ہیں۔ سپریم کورٹ سے باہر نکل کر ہر سیاسی فریق اپنی فتح اور فریق مخالف کی شکست کا اعلان کرتا ہے، اس سے قوم کو یہ پیغام ملتا ہے کہ ہر ایک کا اپنا اپنا حق اور اپنا اپنا میزان ہے، ان میں سیاسی رہنما اور ماہرین آئین و قانون سب شامل ہیں، کیا یہ سب مدارس سے پڑھ کر آئے ہیں، انہیں تو مدارس کی ہوا بھی نہیں لگی، حسرت موہانی نے کہا ہے:

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے